فلسفۂ قربانی

تحریر : جناب غلام سرور قریشی، جہلم

خلیل الرحمٰن، جد پیغمبراں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتلاء وآزمائش کی جو دشوار منازل طے کیں اور عبدیت اور عبودیت کے راستے پر جس ثابت قدمی، دل جمعی اور خوشدلی سے چلے، وہ اپنے مقام پر فقید المثال ہے۔ گران کے دو امتحان اولاً نار نمرود اور ثانیاً لخت جگر کی قربانی پر تو عرش اعظم بھی لرز گیا ہوگا اور ساکنان عالم بالا بھی سکتے میں آگئے ہوں گے۔ ان امتحانات میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغاء یہ تھی کہ رہتی دنیا تک اپنے بندوں کو دکھادے کہ اس کے بندوں نے اطاعت گزاری اور فرماں برداری میں کن کن بلندیوں کو چھوا اور کن کن رفعتوں کو پایا تھا۔ اولاد والے جانتے ہیں کہ اولادیں کتنی عزیز ہوتی ہیں، خصوصاً وہ اولاد جو پیرانہ سالی میں ۸۰ سال کی گریہ وزاری کے بعد ملی ہو۔ اسے ذبح کردینے کا حکم کتنا قیامت خیز ہوگا۔ مگر دیکھیں حضرت ابراہیم نے کس استقامت کے ساتھ اپنے نور چشم اور عصائے پیری سے پوچھا کہ ان کی رائے کیا ہے؟ اس وقت ان کے دل میں ملال کا شائبہ تک نہ تھا اور بیٹے کے جواب پر فوراً ذبح عظیم کے اقدام پر تیار ہوگئے۔

عید الاضحیٰ اور قربانی کے مسائل پر قرآن، حدیث اور اسلام کے دیگر علمی ذخیرہ میں بہت کچھ مواد موجود ہے گر مجھے صرف اس نکتے تک محدود رہنا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ کو اتنا سنگین امتحان لینے کی ضرورت کیا تھی؟ حضرت ابراہیم کو اپنی دنیا میں حضرت اسماعیلؑ سے بڑھ کر کوئی شے عزیز نہ ہوسکتی تھی۔ دنیا میں ہر باپ اپنی پیاری اولاد پر اپنی دیگر تمام اشیاء قربان کردیتا ہے۔ مگر حضرت ابراہیم نے بیٹا قربان کرکے جو کارِ نمایاں دکھایا تھا، وہ صرف انہی کا حصہ تھا۔

ہوائے نفس، اہل معاصی کے لئے الہ بن جاتی ہے۔ آخر کیوں؟ صرف اس لئے کہ بندہ اللہ کی رضا کو پس پشت ڈال کر اپنے نفس کی رضا پر چلتا ہے۔ یہ قرآنی مضمون ہے۔ نفس چاہتا ہوگا بیٹا ذبح نہ ہو، پر جب انہوں نے دیکھا کہ الہ بر حلیم کی منشا رگ ہی کٹتی دیکھنا چاہتا ہے، تو آخر الذکر کی رضا پر عمل کیا۔ یہی اس ذبح عظیم کے ذریعے سبق دینا مقصود تھا کہ:

؎ جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

میدانِ شہادت، ازل سے شہداء کے خونِ پاک سے لالہ زار ہے اور ابد تک رہے گا۔ اس تاریخ میں بڑے بڑے رنگین باب محبانِ الٰہی نے باندھے ہیں۔ مگر بیٹے کی قربانی دے کر حضرت ابراہیم نے بندگی کا وہ حق ادا کر کے دکھایا جو اس وقت تک ادا نہ ہوا تھا۔ پس قربانی کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی عزیز اور لذیذ ہوائے نفس کو پہلے رضائے ربانی کے حضور پیش کریں، وہاں سے تکمیل کا حکم ملے تو الحمد للہ، نہ ملے تو اپنی خواہش کا گلا گھونٹ دیں اور الحمد للہ کہہ دیں۔ اب رہی یہ بات کہ یہ اذن اللہ جل شانہ سے کس طرح حاصل کیا جائے تو وہ ذریعہ اُس کی کتاب اور اس کے آخری نبی ﷺ کی سنتِ مطہرہ ہے۔ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ قربانی کا خون اور گوشت اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتا، بلکہ صرف تقویٰ وہاں دیکھا جاتا ہے اور تقویٰ صرف اسی قدر کہ اپنی ہر خواہش کی تکمیل سے پہلے اپنے خالق ومالک کی رضا حاصل کرلی جائے۔ عزیز خواہشات کی قربانی سے وہ مقام ملتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اور بندے اس سے راضی ہوجاتے ہیں۔ رضا کی یہ ہم آہنگی کتاب وسنت کی پیروی میں ہے۔